۹

ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا

(فرمودہ یکم مارچ ۱۹۳۵ء)

تشہّد ،تعوّذ اورسورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں یہ ذکر کیا تھا کہ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۱ میں الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۲ کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے مَلِک، قُدُّوس، عَزِیز اور حَکِیم ہونے کی تسبیح دنیا کررہی ہے۔اور مثال یہ دی گئی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے لوگ تسبیح ،تحمید اور توحید سے بالکل خالی تھے۔جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ علوم سے خالی ہوتا ہے ویسے ہی وہ لوگ روحانی علوم اور نیکی وتقوٰی سے خالی تھے اور اُن کو دیکھ کر کوئی یہ خیال بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی بعثت کی برکت سے عرب کے وہ لوگ جن کا گزارہ ہی شرک پر تھا اور جو توحید کے نام تک سے ناواقف تھے اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح اور تحمید کرنے لگ گئے کہ دنیا حیران رہ گئی وہ لوگ اس سے پہلے ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۳ میں تھے اور ان کو دیکھنے والا ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ یہ کبھی ہدایت کا راستہ نہیں پا سکتے۔ایک گمراہی مشتبہ ہوتی ہے اور ایک صاف نظر آتی ہے۔ایک ہندو جو رات دن عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے،محبتِ الٰہی پر تقریریں کرتا ہے،اپنی زندگی غرباء کی پرورش کے لئے وقف کردیتا

ہے، اپنے مال و دولت سے حاجت مندوں کی حوائج پوری کرتا ہے، ہمیشہ سچ بولتا ہے، جھوٹ سے پرہیز کرتا ہے، چوری، ڈاکہ، فساد، خون ریزی، بغاوت سے مجتنب رہتا ہے ایسے انسان کے متعلق اگر کسی ایسے مسلمان کے سامنے جو ساری صداقت کو اسلام میں ہی سمجھتا ہے سوال کیا جائے کہ اس ہندو کو تم کس طرح گمراہ کہتے ہو تو اس کے لئے اس کی گمراہی کا ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، توحید کے قائل ہیں، دنیا کے آرام کے لئے خود تکلیف اُٹھاتے ہیں، ایسے ایسے جنگلی علاقوں میں پہنچ کر جہاں کے رہنے والے دوائی کا نام نہیں جانتے، لوگوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، مردم خوروں میں جا پہنچتے ہیں ایک کو وہ کھا لیتے ہیں تو دوسرا سامنے آ جاتا ہے، ان کے متعلق اگر سوال کیا جائے کہ ان کے متعلق تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ یہ گمراہ ہیں تو ان کی گمراہی کو ثابت کرنا مشکل ہو گا کیونکہ ان میں بہت سی ہدایت کی باتیں ہوتی ہیں اس لئے تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

جب نور اور ظلمت ملے ہوئے ہوں تو ان میں امتیاز کرنے میں غلطی لگ سکتی ہے۔ شام کے وقت جب سورج غروب ہو چکا ہو اگر دریافت کیا جائے کہ اس وقت اندھیرا ہے یا روشنی، تو کئی لوگ کہہ دیں گے اندھیرا ہے اور کئی روشنی بتائیں گے۔ اسی طرح صبح جب پَو پھوٹ چکی ہو لیکن سورج ابھی نہ نکلا ہو تو کئی کہہ دیں گے دن چڑھ گیا ہے اور کئی کہیں گے ابھی نہیں چڑھا کیونکہ اُس وقت امتیاز مشکل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مکہ کے لوگوں کی گمراہی مشتبہ نہ تھی یہ نہیں کہ ان کے اعمال میں خرابی تھی لیکن عقائد درست تھے یا عقائد میں خرابی تھی مگر اعمال درست تھے یا بعض عقائد اچھے اور بعض خراب تھے اور اسی طرح بعض اعمال اچھے اور بعض خراب تھے بلکہ ان کی گمراہی اس قدر کُھلی ہوئی تھی کہ ہر دیکھنے والا یہی خیال کرتا تھا کہ یہ کبھی راستی پر نہیں آ سکتے مگر رسول کریم ﷺ نے جب ان کو ہاتھ لگایا تو وہ پیتل سے سونا بن گئے جس طرح کیمیا گر پیتل کو سونے میں تبدیل کر دیتا ہے۔☆ اسی طرح رسول کریم ﷺ نے جب ان کو ہاتھ میں لیا تو وہ چمکتا ہوا سونا بن گئے اور ہر سُنار نے کہا کہ یہ خالص سونا ہے۔ یورپ والوں نے تاریخیں لکھی ہیں اور تسلیم کیا ہے کہ ان کی حالت بالکل بدل گئی تھی،

☆ (نوٹ: حضور نے وضاحت فرمائی کہ ''میں تو پیتل سے سونا بننے کا قائل نہیں۔ بعض مثالیں خطابی ہوتی ہیں۔ اس میں بھی کیمیا گر کے دعوے پر مثال کی بنیاد رکھی گئی ہے نہ کہ اپنے عقیدہ پر'' (الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۳۵ء)

ایشیا والوں نے یہی تسلیم کیا ہے، ایرانیوں نے یہی تسلیم کیا ہے، مسلمان ابی سینیا میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے مان لیا کہ یہ اب کچھ اور ہی ہو گئے ہیں۔ مصر میں گئے، ہندوستان میں آئے اور اسی تبدیلی کی وجہ سے جو رسول کریم ﷺ نے ان میں پیدا کر دی تھی لوگ انہیں پہچان نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے اندر یہ چاروں باتیں پیدا ہو گئیں انہیں مَلکیت بھی حاصل ہوئی، قدوسیت، عزیزیت اور حکیمیت بھی۔ مؤمن کی مَلکیت کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے پاس بڑی فوجیں ہوں، خزانے ہوں، وسیع سلطنت زیرِ نگیں ہو، یونیورسٹیاں جاری ہوں بلکہ اس کی حکومت روحانی ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ان لوگوں کو خدا کی آیات سنائیں، اس کی صفات کھول کر بیان کیں اور انہوں نے ان کو اپنے اندر جذب کر لیا اور اس طرح وہ بھی روحانیت کے بادشاہ ہو گئے۔ آپ نے ان کو قدوسیت کی باتیں سکھائیں اور ان کو پاک کر دیا اور وہ خود بھی پاک ہو گئے اور دوسروں کو بھی پاک کرنے والے بن گئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ عزیز ہے رسول کریم ﷺ نے ان کے اندر بھی عزیزیت پیدا کی۔ آپ نے ایک قانون مقرر کر دیا کہ فجر کے وقت نماز پڑھنی ہے اب ہر صبح ہر ایک مؤمن اُٹھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، ظہر کی نماز ہے جب اس کا وقت ہو سب مؤمن نماز میں لگ جاتے ہیں، پھر عصر کے وقت ایک خاص طرز پر نماز پڑھنے کا حکم ہے جو وقتِ مقررہ پر ہمیشہ پڑھی جاتی ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی عبادت میں ایسا استقلال ہے اور احکام ایسے واضح ہیں کہ انسان اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا اور یہ عزیزیت ہے ہر مسلمان اپنے نفس کے گھوڑے پر مضبوطی سے سوار اسے خدا کی طرف دَوڑائے لئے جا رہا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کیلئے عَلٰی هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [۴] فرمایا ہے یعنی مؤمن ہدایت پر سوار ہے اور نفس کے گھوڑے کو قابو میں رکھتے ہوئے نیکی اور تقویٰ کی راہ پر لئے جا رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو حکمت کی باتیں سکھائیں اور ان کے اندر ایسا عرفان پیدا کر دیا، ایسی عقلمندی سکھائی کہ مؤمن بے وقوفی کی باتیں کرتا ہی نہیں۔ اسے جوش آتا ہے تب بھی عقل قائم رہتی ہے اور محبت کے جذبات غالب ہوتے ہیں تب بھی عقل قائم رہتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مؤمن اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو ایسے رنگ میں کہ خیال رکھتا ہے ممکن ہے کل یہ میرا دشمن ہو جائے اور اگر کسی سے دشمنی رکھتا ہے تو اس خیال سے کہ ممکن ہے کل یہ میرا دوست ہو جائے [۵] گویا وہ

غصہ اور محبت دونوں حالتوں میں عقل کونہیں کھوتا۔ تین ہی حالتیں ایسی ہوسکتی ہیں جو انسان کی عقل مار دیں، شہوات، محبت اور غصہ مگر اسلام نے ان سب حالتوں کے متعلق ایسا طریق سکھایا ہے کہ کسی میں بھی عقل نہ ماری جائے۔ مثلاً شہوات کو ہی لے لو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کے پاس بھی جائے تو خدا کا ذکر کرے اور یہ دعا مانگے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا [٦] غرض کوئی حالت نہیں جب مسلمان عقل کو کھوڈالے۔

اب فرماتا ہے وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ [٧] یعنی محمد رسول اللہ ﷺ ایک اور جماعت کو بھی یہی تعلیم دیں گے۔ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو پھر مبعوث کرے گا اور یہ بھی کہ رسول کریم ﷺ پھر تزکیہ کریں گے اور حکمت سکھائیں گے ان لوگوں کو جو صحابہ سے اس وقت تک نہیں ملے تھے۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْہِ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ قَالَ قُلْتُ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَلَمْ یُرَاجِعْہُ حَتّٰی سَاَلَ ثَلَاثًا فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ وَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلَاءِ۔ [٨] یعنی ہم رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس وقت سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور آپ نے وہ سورۃ پڑھی جب آپ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ پر پہنچے ایک شخص نے سوال کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وہ کون لوگ ہیں جو اب تک ہم سے نہیں ملے۔ اس پر آپ نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی پر رکھا اور فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان ثریا سے بھی جا چمٹے تو ان میں سے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی اُتار لائیں گے۔ اس طرح آپ نے بتادیا کہ جب اسلام مٹ جائے گا تو فارسی الاصل لوگوں میں سے ایسے افراد پیدا ہوں گے جو اسے پھر دنیا میں قائم کردیں گے۔ اٰخَرِیْن ہونے کے مدّعی سوائے آپ کے دنیا میں اور کوئی نہیں اور آج تک کوئی بھی مدعی ایسا نہیں گزرا جس نے اِس آیت کے مطابق دعویٰ کیا ہو۔

بے شک بعض بہائی کہتے ہیں کہ اس کا مصداق بہاء اللہ ہے مگر یہاں رسول کریم ﷺ کی دوبارہ بعثت اور آپ ہی کی شریعت کے دوبارہ قیام کا ذکر ہے اور بہاء اللہ نئی کتاب اور نئی شریعت کا مدعی ہے۔ اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایسا ہی شخص مراد ہے جو قرآن کریم کی تعلیم کو

پھیلائے اور اس کی خدمت کرے، اس کا تزکیہ محمد رسول اللہ ﷺ کا تزکیہ کہلا سکے، اس کا کتاب سکھانا اور تلاوت آیات محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو سکے اور جب تک کوئی ایسا آدمی کھڑا نہ ہو اُس وقت تک پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی۔ اگر اسے بہاء اللہ پر چسپاں کر دیا جائے تو یہ پیشگوئی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ قرآن کریم ہی دوبارہ سکھایا جائے گا۔ پس بہاء اللہ پر تو یہ پیشگوئی چسپاں ہی نہیں ہوسکتی اور فارسی الاصل صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات ہی باقی رہ جاتی ہے اور آپ ہی نے اپنے دعویٰ کی بنیاد اس پیشگوئی پر رکھی ہے اور فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کو دوبارہ قائم کروں جسے لوگ بھول گئے ہیں۔ مَیں کوئی نیا ایمان نہیں لایا بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایمان کو ہی دلوں میں قائم کروں اور یہی اس آیت سے ثابت ہے کہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوُا دین ہی وہ موعود دوبارہ قائم کرے گا۔ اس کے ساتھ فرمایا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ہم عزیز ہیں جب ہم نے کہہ دیا کہ یہ آخری تعلیم ہے تو اگر دنیا کے اختتام سے پہلے ہی اس کی حفاظت اور خبر گیری چھوڑ دیں تو یہ عزیز ہونے کے منافی ہوگا۔ (کیونکہ عزیز کے معنی غالب کے ہیں اور غالب درمیان میں کام نہیں چھوڑا کرتے۔ کام وہی چھوڑتے ہیں جو کام کر نہ سکیں یا نفس کے غلام ہوں اور شہوات انہیں اِدھر سے اُدھر لے جائیں) ایک شخص ظہر کی نماز کے فرض شروع کرتا ہے اور چار رکعت پوری کر کے چھوڑتا ہے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس میں استقلال نہیں لیکن جو دو پڑھ کر ہی چھوڑ دیتا ہے اس کے متعلق ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ غیر مستقل ہے۔ جس لڑکے کے والدین اسے انٹرنس تک ہی تعلیم دلوا سکتے ہیں وہ اگر امتحان پاس کرنے کے بعد سکول میں نہیں جاتا تو کوئی شخص اسے غیر مستقل نہیں کہہ سکتا لیکن اگر وہ امتحان سے چھ ماہ قبل ہی سکول چھوڑ دے تو یقیناً غیر مستقل کہلائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے لئے مبعوث کیا ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم میں کوئی خرابی پیدا ہو اور ہم اس کی اصلاح کا بندوبست نہ کریں اس صورت میں تو ہم غیر مستقل ٹھہریں گے جو صفتِ عزیز کے خلاف ہے اس لئے یہ امر لازمی ہے کہ قیامت سے پہلے جب بھی کوئی خرابی ہو، ہم ایسے لوگوں کو جو آپ کے تابع اور آپ کی نبوت کے حصہ میں شامل اور آپ ہی کے سایہ کے نیچے ہوں، کھڑا کرتے رہیں۔ تا عدمِ استقلال کا الزام ہم پر نہ آسکے۔ پھر فرمایا ہم حکیم بھی ہیں اس لئے

جہاں بیماری دیکھتے ہیں وہاں نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں حکیم طبیب کو کہتے ہیں لیکن عربی میں وکیل کو بھی کہہ سکتے ہیں اور تاجر کو بھی۔ غرض ہر ماہرِ فن کو جو اپنے فن کی تمام جزئیات کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب موقع کام کرے۔ ماہرِ فن طبیب بھی حکیم کہلا سکتا ہے ایسا شخص جب بیماری دیکھتا ہے تو اس کا علاج بھی کرتا ہے اور مفاسد کی اصلاح کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اگر کوئی بیمار آئے اور حکیم کہہ دے کہ کوئی بات نہیں جاؤ کھاؤ پیؤ تو وہ اسے مارنے والا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم حکیم ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم خرابی دیکھیں اور اصلاح نہ کریں۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ آج مسلمان یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمان بگڑ سکتے ہیں اور بگڑ چکے ہیں مگر وہ یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ کوئی مصلح بھی آسکتا ہے۔ اگر ان کا یہ دعویٰ ہوتا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد مسلمانوں میں خرابی پیدا ہو ہی نہیں سکتی تو یہ ایک بات تھی لیکن وہ کہتے تو یہ ہیں کہ مسلمان بگڑ گئے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کے بگاڑ کا کوئی علاج اب نہیں ہوسکتا۔ بیماری تو ہے مگر صحت کے سامان مفقود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم حکیم ہیں یہ ہو نہیں سکتا کہ بیماری ہو اور ہم علاج نہ کریں۔ اس کے بعد فرمایا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۹ یہ کوئی معمولی فضل نہیں بلکہ صحابہ کی پہلی یا دوسری جماعت میں شامل ہونا اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، جسے چاہے دے دے۔ محمد ﷺ اور آپ کے بروز کے زمانہ میں پیدا ہونا اور پھر ان کے ساتھ شامل ہونا اپنے کسی زور اور طاقت سے نہیں ہوسکتا بلکہ فضل سے ہی ہوسکتا ہے۔ دیکھو اِس وقت بھی دنیا کے کتنے بڑے بڑے عالم کہلانے والے ہیں مگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محمد رسول اللہ ﷺ کا بروز سمجھنے کے بجائے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ دجّال اور کیا کیا کہہ رہے ہیں اس کے مُقابلہ میں تم میں سے کتنے جاہل کہلانے والے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس فضل سے حصہ پانے کی توفیق عطا کر دی۔ پُرانے زمانوں میں لوگ فلسفہ، منطق، احادیث اور تفاسیر اور کیا کیا علوم پڑھتے تھے اور پھر صوفی بنتے تھے اور روحانی علوم سیکھتے تھے مگر آج وہ لوگ روحانی علوم رکھتے ہیں جو بظاہر بالکل جاہل ہیں۔ لوگ جاہل کہے جانے پر ناراض ہوتے ہیں مگر میں تو خوش ہوتا ہوں کیونکہ جب وہ مجھے جاہل کہتے ہیں تو گویا اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کا ہتھیار ہوں اور جب اس نے دین کی خدمت کا مجھے موقع دیا تو یہ اس کا فضل ہے۔ اگر میں اَن پڑھ ہونے کے باوجود علم کی باتیں بیان کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے مجھے چن لیا اور مجھے جاہل کہہ کر

میرے مخالف گویا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ میری باتیں میری نہیں بلکہ خدا کی سکھائی ہوئی ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھتے ہیں وہ مانتے ہیں کہ ان میں بڑا علم ہے حالانکہ آپ کے دشمن آپ کو جاہل کہتے ہیں ۔ آپ کا درجہ تو بڑا ہے ہم جو آپ کے ادنیٰ خدام ہیں ہمارے ساتھ بھی اس کا یہی معاملہ ہے ، مجھے اپنے اور بیگانے جاہل کہتے چلے آئے ہیں لیکن چند سال ہوئے فرانس کی رائل ایشاٹک سوسائٹی نے جو بہت وقیع سوسائٹی ہے اور جس کی ممبر شپ کا اظہار لوگ فخریہ طور پر اپنے ناموں کے ساتھ کرتے ہیں میری کتاب ''احمدیت'' کا حوالہ دے کر اسلام کے متعلق ایک مضمون لکھا اور میری کتاب کے متعلق لکھا کہ اسلام کے متعلق وہ تصنیف اہم ترین ہے ۔ پس میں گو جاہل ہوں مگر ایسی بانسری ہوں جو خدا تعالیٰ کے منہ میں ہے اور خدا تعالیٰ کی آواز پہنچانے والی بانسری کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ یہ حقیر لکڑی ہے ، حقیر لکڑی بھی خدا تعالیٰ کا آلہ بن کر بڑی قیمتی ہو جاتی ہے ۔ لوگ پرانے بادشاہوں کی تلواروں کو بڑی حفاظت سے رکھتے ہیں حالانکہ وہ کسی خاص لوہے کی بنی ہوئی نہیں ہوتیں ان کی فضیلت اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ خاص ہاتھوں میں استعمال کی جا چکی ہیں پھر جو تلوار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو اسے فضیلت کیوں نہ ہوگی ۔ بے شک ہے تو وہ لوہا مگر خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ حضرت خالد بن ولید کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ[۴] کہا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کی ہتک کی گئی ہے انہیں لوہا کہا گیا ہے جو بے جان چیز ہے کیونکہ جو لوہا خدا کے ہاتھ میں ہو وہ حقیر نہیں ہو سکتا اسے خدا نے نوازا ہے ۔ پس صرف جاہل کہہ دینے سے کچھ نہیں بنتا دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کام عالموں والے ہیں یا نہیں ہیں اگر ہیں تو ماننا پڑے گا کہ کسی عالم ہستی کے ساتھ تعلق ہے ۔ پھر وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ[۱۱] فرما کر یہ بتایا ہے کہ جن لوگوں پر یہ فضل ہوا دوسروں کو ان پر ناراض ہونے اور بگڑنے کی ضرورت نہیں ہم جسے چاہیں یہ فضل دے سکتے ہیں ، وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ بڑے فضلوں والا ہے اگر اس نے دینی علوم اپنے مسیح موعود یا خلفاء کو دیئے ہیں تو تمہیں اس پر غصہ ہونے اور حسد کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ ویسے ہی فضل تم پر بھی کر سکتا ہے ۔ حسد کی گنجائش وہاں ہوتی ہے جہاں ساری چیز ہی دوسرا لے جائے اور اپنے لئے اسے حاصل کرنے کا کوئی موقع نہ رہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے فضل ختم نہیں ہوتے ۔ آؤ اس کے مسیح پر ایمان لے آؤ اور یہی علوم تم بھی حاصل کر سکو گے ۔ حسد تو وہاں ہوتا ہے

جہاں خزانہ خالی ہو جائے مگر خدا کا خزانہ تو کبھی خالی نہیں ہوسکتا۔ پھر فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا[۲] اے مسلمانو! ہم تمہیں کتاب سکھاتے ہیں، آیات کی تلاوت کراتے ہیں، قدوس بناتے ہیں، حکمت سکھاتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں ایسی تعلیم دیتا ہے جو خدا کا بروز اور اس کا مثیل بنا دیتی ہے۔ تمہارے ذریعہ خدا تعالیٰ کا ظہور دنیا میں ہوگا مگر یہ خصوصیات تمہارے اندر اس وقت تک رہیں گی جب تک حقیقی تعلق تمہارا اس کتاب کے ساتھ رہے گا جب یہ نہیں رہے گا تو تمہارے اندر بھی کوئی خوبی نہ رہے گی اور اس کی مثال یہ دی ہے کہ محمد ﷺ سے پہلے بھی ایک نبی آیا جس کے پاس تورات تھی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے ذریعہ اپنی قوم کا درجہ بہت بلند کر دیا تھا وہ قوم سانپ تھی مگر اس کے ہاتھ میں آ کر عصا بن گئی۔ سانپ جان لیتا ہے اور عصا جان کی حفاظت کرتا ہے۔ گویا جو قوم گمراہ کرتی تھی وہ خود ہادی بن گئی۔ ان کے اندر یہ تغیر کس طرح پیدا ہوا؟ یہ تورات کے ساتھ ان کا تعلق ہی تھا جس نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں مَلِک وقدوس وعزیز اور حکیم بنا دیا اور انہیں روحانی اور جسمانی دونوں بادشاہتیں حاصل ہوئیں لیکن جب ان کا تعلق اس کے ساتھ نہ رہا تو ان کی یہ خصوصیات بھی ساتھ ہی مٹ گئیں۔ تورات موجود تھی مگر اس سے انہیں کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ تعلق باقی نہ رہا تھا۔ کوئی کتاب خواہ کتنی مفید کیوں نہ ہو خالی اوپر رکھ دینے سے فائدہ نہیں پہنچا سکتی فائدہ اُس پر عمل کرنے سے پہنچتا ہے۔ کتاب کا موجود ہونا اگر اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے ایسا ہی ہے جیسے گدھے پر کتابیں لاد دی جائیں، کیا اُس گدھے کو جس پر کتابیں لادی ہوئی ہوں کوئی عالم کہتا ہے؟ اگر ایک مزدور کے سر پر ہیروں کی گٹھڑی رکھی ہوئی ہو تو وہ امیر نہیں کہلا سکتا اسے ہیرے اونچا نہیں کرتے بلکہ اس کے سر کو نیچا ہی کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے سر پر اَڑھائی تین مَن سونا رکھ دیا جائے تو اس سے اس کا سر نیچے جھکے گا، بلند نہیں ہو گا، ہاں اگر اتنا روپیہ اس کے پاس ہو تو یقیناً وہ دنیا میں عزت پائے گا۔ اسی طرح روحانی علوم کو اگر کوئی شخص اپنے اندر جذب نہ کرے ان کی حقیقت تک نہ پہنچے بلکہ صرف چھلکے پر ہی اکتفا کرے تو وہ کوئی عزت نہیں پا سکتا اس لئے فرمایا یاد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا افضل کرنے والا ہے اور اس کتاب پر عمل کر کے تم ملک، قدوس، عزیز، حکیم بن سکتے ہو مگر مغرور نہ ہونا کہ ہم ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جس طرح یہ کتاب ملک بنا سکتی ہے اسی طرح اسے نظر انداز کر دینا ذلیل بھی کر دیتا ہے، جس طرح یہ

عزیز بناتی ہے اسی طرح ذلیل بھی کر دیتی ہے، جس طرح یہ حکیم بناتی ہے اس کی خلاف ورزی پاگل اور بے وقوف بھی کر دیتی ہے جب تم قرآن کو چھوڑ دو گے تو تمہاری مثال اُس گدھے کی سی ہوگی جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ یاد رکھو کہ تم سے پہلے یہود نے ایسا کیا اور ان کی حالت ذلیل ہوگئی ہے اگر کسی قوم کے پاس خدا کا کلام نہ ہو تو وہ عذر کر سکتی ہے کہ پتہ نہ تھا لیکن جب صداقت موجود ہو تو اس کا انکار کر کے کوئی قوم سزا سے کیونکر بچ سکتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا وَ اللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ [۲۱] ھُدًی کے معنی راستہ دکھانے یعنی کامیاب ہونے کے ہیں اور اس میں بتایا ہے کہ ظالم کو اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں کرتا۔ جب کوئی قوم ظالم ہو جائے تو اس کی کامیابی کے رستے آپ ہی آپ بند ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک اٹل قانون ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں قائم کیا ہے مگر افسوس کہ لوگ بھول جاتے ہیں جس طرح موت اگرچہ یقینی ہے اور ہر شخص جانتا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے بھول جاتے ہیں۔ دنیا میں اور جتنی چیزیں ہیں ان میں سے کسی کو کوئی ملتی ہے اور کوئی کسی اور سے حصہ پاتا ہے۔ آنکھیں ہیں کسی کی ہوتی ہیں کوئی نابینا ہوتا ہے، زبان ہے کوئی بولتا ہے کوئی گونگا ہوتا ہے، حِس ہے کسی کی ہوتی ہے اور کوئی فالج زدہ ہوتا ہے، بال کسی کے ہوتے ہیں اور کوئی گنجا ہوتا ہے، ناک کسی کی ہوتی ہے کوئی نکٹا ہوتا ہے ہاتھ کسی کے ہوتے ہیں اور کسی کے شل ہوتے ہیں غرض دنیا کی کوئی چیز لے لو کسی کو کوئی ملی ہوگی اور کسی کو کوئی لیکن موت ایسی چیز ہے جس سے ہر جاندار حصہ لیتا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے بھول جاتے ہیں آخری وقت آ پہنچے تب بھی یہی امید ہوتی ہے کہ شاید اب بھی بچ جائیں۔ قوموں کی ترقی اور تنزّل کا بھی یہی حال ہوتا ہے ایک قوم کو ترقی حاصل ہوتی ہے وہ سمجھ لیتی ہے اب تنزّل نہیں ہوگا اور دوسری گر جاتی ہے اور پھر خیال بھی نہیں کر سکتی کہ ہمیں بھی ترقی ہوگی۔ میں نے خود چوہڑوں وغیرہ کو سمجھایا ہے کہ تم اپنے آپ کو ذلیل نہ سمجھا کرو مگر وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ جس طرح پرمیشور نے ہمیں رکھا ہے ویسے ہی رہنا بہتر ہے، ان کے اندر ترقی کا احساس ہی نہیں رہتا۔ تو یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح موت ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے اسی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے کہ جب کوئی قوم ظالم ہو جائے، خواہ وہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو تنزّل کرے گی۔ ہم سمجھتے ہیں ہم ظلم سے ترقی کریں گے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں سچ بولنے سے گزارہ نہیں ہو سکتا حالانکہ قرآن کریم سے

یہی معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ سے کبھی ترقی اور کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ جب کوئی قوم اپنی قوت کا ناجائز استعمال کرتی ہے تو تباہ ہوجاتی ہے۔

اس کے متعلق اپنی جماعت کو یہ نصیحت کرنی چاہتا ہوں کہ اس بات کا خاص خیال رکھیں ہم اِس وقت کمزور ہیں لیکن کہیں ہمیں بھی قوت اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔ کوئی احمدی بڑا زمیندار یا تاجر یا کوئی افسر ہوتا ہے جہاں بھی ایسا ہو، چاہئے کہ اپنی طاقت کا صحیح استعمال کیا جائے۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ سارے ہندوستان میں کوئی ایسا زمیندار نہیں ہوگا جو اپنے مزارعین اور کسانوں سے ایسا سلوک کرے جو ہم یہاں کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی مالکان میں سے سارے ملک میں شاید کوئی اتنا بدنام نہیں ہوگا جتنا ہم ہیں۔ ہم تو قادیان کے واحد مالک ہیں لیکن کسی اور گاؤں میں جاکر دیکھ لو کوئی زمیندار چوتھے حصے کا ہی مالک کیوں نہ ہو کیا مجال جو اُس کے خلاف کوئی بات کرسکے مگر ہمارے سامنے سب بولتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے قریب کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ بندوبست کا کوئی تحصیلدار یا کوئی افسر یہاں آیا میں اُس زمانہ میں ابھی پڑھ رہا تھا، اس محکمہ کا شاید کوئی قاعدہ ہے کہ مالیہ وغیرہ کے متعلق کسی کو اعتراض ہو تو دریافت کرلیتے ہیں شاید ایسی ہی کوئی بات تھی یا کوئی اور بات تھی اور افسر یہاں آیا ہوا تھا مجھے بھی بلایا گیا تو ایک مزارع مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ جی! ان کو کیا پوچھتے ہو ان کا تو روپیہ میں ایک آنہ ہی ہے۔ کیا کہیں کوئی اور جگہ ہے جہاں کسان اس طرح بول سکیں حالانکہ جیسا سلوک ان لوگوں سے ہم یہاں کرتے ہیں ویسا اور کوئی نہ کرتا ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ یہاں ایک مجسٹریٹ آیا اور آپ سے یہاں کے ہندوؤں کے متعلق ذکر کیا کہ وہ کچھ شاکی ہیں آپ نے ہندوؤں کو بلایا اور اس کے سامنے ان پر اپنی نوازشیں گنوانی شروع کیں۔ آپ نے بتانا شروع کیا کہ ہم نے ان لوگوں کے لئے یہ کیا، یہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ سامنے بیٹھے ہیں ان سے کہیں انکار کردیں۔ بڈھے شاہ وغیرہ سب بیٹھے تھے مگر کسی کو انکار کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی طرح یہاں کے ہندوؤں میں ایک دفعہ کچھ شورش ہوئی جو دراصل ان سب شورشوں کا پیش خیمہ ہے، ان دنوں بٹالہ کے ایک تحصیلدار جن کا نام شاید دیوان چند تھا یہاں آئے اور کہا کہ مَیں بطور سفارش آپ کے پاس آیا ہوں آپ ان کی شکایات کا خود ہی علاج کر دیں۔ میں نے ان کے سامنے وہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والا طریق پیش کیا اور بتایا کہ

ان کے ساتھ فلاں موقع پر ہم نے یہ کیا اور فلاں موقع پر یہ کیا اور ان سے کہیں کہ ان میں سے ایک بات کا بھی انکار کر دیں انہوں نے تسلیم کیا کہ مَیں سمجھ گیا ہوں اب میں ان کی سفارش نہیں کروں گا اور ان کو جا کر ڈانٹا اور اس جھگڑے کی صلح صفائی کرا دی۔ ہمارا سلوک ایسا ہے کہ گو کوئی ہمیں ظالم ہی کہے لیکن دلوں میں ہماری خوبی کو مانتے ہیں۔ اب بھی ان لوگوں کو کوئی مصیبت پیش آئے تو امداد کے لئے ہمارے پاس آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ظالم کے پاس مدد کے لئے کوئی نہیں جایا کرتا۔ ہماری عادت یہ نہیں کہ نام ظاہر کریں لیکن اگر ضرورت ہو تو مَیں ثابت کر سکتا ہوں کہ ہم نے ہندوؤں، سکھوں اور غیر احمدیوں سب کی مدد کی ہے۔ انہیں وظائف دیئے ہیں، کپڑے دیئے ہیں، روپے دیئے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو ان لوگوں کو سامنے بٹھا کر مَیں اقرار کرا سکتا ہوں کہ تم لوگوں کی فلاں فلاں مدد کی گئی یا نہیں۔ ۱۹۲۸ء میں جب میں ڈلہوزی گیا تو قادیان کے لالہ شرمپت صاحب کے لڑکے لالہ گوکل چند صاحب تحصیلدار جو فوت ہو چکے ہیں، وہ بھی وہاں گئے، ہمارے ساتھ کی کوٹھی میں گجرات کے ایک رئیس جو غالباً آنریری مجسٹریٹ بھی تھے مقیم تھے، لالہ گوکل چند صاحب دو چار روز کے لئے ہی وہاں گئے تھے اور ان کے ساتھ تعلقات تھے اس لئے ان کے ہاں ہی ٹھہرے۔ ایک دن مجھے ملنے آئے تو کہا کہ آپ کو ایک بات بتاتا ہوں میں نے اپنے میزبان سے کہا تھا کہ آپ مرزا صاحب سے ابھی تک کیوں نہیں ملے تو وہ کہنے لگے کہ وہ تو اس قدر ظالم اور متعصّب ہیں، ان سے میں کیسے مل سکتا تھا۔ وہ ہندوؤں سے بہت تعصّب رکھتے ہیں۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ میں تو قادیان کا رہنے والا ہوں میں خوب جانتا ہوں کہ یہ سب باتیں جھوٹی ہیں۔ اس پر وہ حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اچھا یہ بات ہے۔ بہرحال جو انصاف کرنے والا ہے وہ خواہ کتنا بدنام ہو جائے مگر پھر بھی کامیاب وہی ہوتا ہے اب بھی ہمارے خلاف بہت شور ہے مگر اب بھی مَیں ایسی تحریریں دکھا سکتا ہوں کہ کوئی جھگڑا ہو تو کہتے ہیں آپ فیصلہ کر دیں۔ ہم بار بار کہتے ہیں کہ عدالت میں جاؤ مگر کہتے ہیں کہ نہیں آپ ہی فیصلہ کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں اس زمانہ میں اس بات کی توفیق ملی ہے کہ انصاف قائم کریں گو اس وقت بدنام ہیں مگر یہ بدنامی زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی دلوں میں ہماری قدر خدا کے فضل سے ہے۔ مجھے ایک دوست نے سنایا کہ ٹریبیون میں جب میری وفات کی غلط خبر شائع ہوئی تو ایک مخالف نے مجھے فون کیا کہ سناؤ کوئی خبر قادیان کے متعلق ہے مجھے چونکہ کئی لوگ پہلے بھی پوچھ چکے تھے اور مجھے

غصہ چڑھا ہؤا تھا اس لئے میں نے اسے کہا کہ چُپ رہو مگر اس نے کہا کہ نہیں میں بدنیتی سے نہیں پوچھتا بتاؤ کیا بات ہے مگر مجھے چونکہ غصہ تھا اس لئے میں نے پھر کہا کہ چُپ رہو مگر اس نے کہا کہ خدا کے لئے بتاؤ کیا بات ہے مجھے فکر ہے اس لئے پوچھتا ہوں اور جب میں نے بتایا تو اُس نے ذرا پرے ہو کر کہا جس کی مجھے آواز آئی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مخالفوں کے دلوں میں بھی ہماری قدر ہے، تم کبھی یہ خیال بھی نہ کرو کہ ظلم کامیاب ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ہمیں بدنام کیا جارہا ہے مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ یہ ہمیں دیتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ کیوں نہیں دیتے مگر جب انہیں معلوم ہوگا کہ رحم اور انصاف کی کیا حدود ہیں تو ضرور نادم ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو ہندو، سکھ، غیر احمدی سب رو رہے تھے حالانکہ زندگی میں یہی لوگ آپ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ میں نے اِس وقت جماعت کو ایک گُر بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو کبھی ہدایت نہیں دیتا اس لئے اپنے اعمال میں ظلم مت پیدا ہونے دو۔ اپنے رویہ میں نرمی رکھو۔ اللہ تعالیٰ دولت دے تو تمہارے اندر اِنکسار پیدا ہو، علم سے تواضع پیدا ہو اور وہ تمہیں جتنا اونچا کرے اُسی قدر جھکو اور کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے اس کے بندوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ بادشاہ کی دولت رعایا کے لئے ہوتی ہے اور مَلِک کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ ہم تمہیں جو کچھ دیں گے بادشاہ کر کے دیں گے تا تم دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ، قدوسیت اس واسطے دیں گے کہ دوسروں کو پاک کرو، عزیز بنائیں گے تا دوسروں کو بڑا کرو عزیز اسے بھی کہتے ہیں جو دوسروں کو ذلیل نہ کرے، ہم تمہیں حکمت دیں گے مگر اس لئے کہ دوسروں کو سکھاؤ۔ جس پانی کو نکلنے کا رستہ نہ ہو وہ سڑ جاتا ہے پس ہم تمہیں علم دیں گے لیکن اگر اس سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچاؤ گے تو یہ سڑ کر تمہارے دماغ میں تعفّن پیدا کر دے گا۔

(الفضل ۱۲؍ مارچ ۱۹۳۵ء)

۱؎ الجمعة: ۳ ۲؎ الجمعة: ۲ ۳؎ الجمعة: ۳

۴؎ البقرة: ۶

۵؎ ترمذی کتاب البر والصلة باب ماجاء فی الاقتصاد فی الْحُبِّ وَالْبُغْضِ۔

۶؎ بخاری کتاب الدعوات باب ما یقول اِذَا اتٰی اَهْلَهٗ۔

۷؎ الجمعة: ۴

۸ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الجمعۃ۔

۹ الجمعۃ:۵

۱۰ بخاری کتاب فضائل اَصحاب النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب مناقب خالد بن الولید رضی اللہ عنہ۔

۱۱ الجمعۃ:۵ ۱۲، ۱۳ الجمعۃ:۶